Al-SHARQ
Vol: 04, Isue:01, Jan-June 2023, pp:101-115

OPEN ACCESS
Al-SHARQ
ISSN (Online): 2710-2475
ISSN (Print): 2710-3692
www.alsharqjr.com

مصطلح "صحیح" نقاد متقدمین کی تطبیقات کی روشنی میں

Term "Sahih" in the light of early Hadith scrutinizer's implementations

Noor Ur Rehman Hazarvi
Ph.D Scholar Faculty of Usuluddin, Department of Hadith, International Islamic University Islamabad

Dr. Muhammad Imran
Assistant Professor, Shaikh Zayed Islamic Centre University of Peshawar

Dr-Zia Ur Rehman
Lecturer, Department of Islamic Studies, Kohat University of science & Technology

Submission: 15-04-2023	Accepted: 15-05-2023	Published:25-06-2023

Abstract

The inert implementation is absolutely extinct amongst the early Hadith scrutineers which is prevalent amongst the latter Hadith scholars. Moreso the main reason behind this inertia of complexity in terminologies has been a conscious or subconscious influence of Greek logic which had its impact on all disciplines of knowledge. The Islamic and Arabic disciplines including Uloom ul Hadith fell under its influence too. Consequently, its viable impact upon the later scrutineers of Hadith has been that while defining every single terminology, they endeavored to make it as comprehensively definite as it could be. Contrarily the same terminologies have been used by the early Hadith scholars in a much wider and liberal scope. "Sahih" is one such terminology which has been used for more than one meaning /sense by the early Hadith scholars. The discussion below deals with and elaborated upon the multiple usage of the cited terminology in the light of its usage and texts by early Haith Scholars.

Key Words: *Sahih, terminology , Hadith scrutinizer's, implementations.*

متقدمین نقاد حدیث کے اطلاقات میں وہ جمود و ضیق ہر گز نہیں تھا، جو متاخرین ائمہ حدیث کے ہاں پایا جاتا ہے، اور اس جمود مصطلحی کے پیچھے جو بنیادی عامل کارفرما تھا، وہ منطق یونانی سے شعوری یا غیر شعوری تاثر تھا، جو تمام علوم تک سرایت کر چکا تھا، اور اس کی زد میں علوم الحدیث سمیت متعدد اسلامی و عربی علوم بھی آئے؛ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ علماء مصطلح نے ہر مصطلح کی تعریف کرتے ہوئے کوشش کی، کہ وہ تعریف جامع ومانع ہو، جبکہ متقدمین کسی بھی مصطلح کے استعمال کے وقت "دلالت لغویہ" کو پیش نظر رکھتے تھے، جس کی وجہ سے ان کے ہاں مصطلحات حدیثیہ کے استعمال میں بہت زیادہ توسع پایا جاتا ہے، وہ ایک ہی مصطلح کو کئی معنوں میں استعمال کرتے تھے، اور ان کے درمیان فرق سیاق وسباق کی مدد سے کیا جاسکتا ہے۔ انہی مصطلحات میں سے ایک مصطلح "صحیح" ہے، ائمہ متقدمین یہ مصطلح بھی ایک سے زیادہ معنی میں استعمال کرتے تھے، حالانکہ کتب مصطلح پر اگر نظر ڈالی جائے تو وہاں ہمیں مصطلح "صحیح" کے صرف ایک ہی معنی ملتے ہیں، اور وہ وہی معنی ہیں، جو ہر عام وخاص کے درمیان مشہور ہیں، یعنی: تصحیح کلی، یعنی: حدیث پر کلی و مجموعی حکم قبول۔

متقدمین ائمہ حدیث کی تطبیقات وکتب کا اگر بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو ہمیں مصطلح "صحیح" کے تین اہم استعمالات ملتے ہیں۔

پہلا استعمال:

نقادِ حدیث بشمولِ متقدمین ومتاخرین کے ہاں مصطلح "صحیح" کا ایک استعمال جو انتہائی کثیر وشائع ہے، وہ ہے: تصحیح کلی یا تصحیح مطلق۔ محدثین جب کسی حدیث کے بارے میں کہتے ہیں: «هذا حديثٌ صحيحٌ» توان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ: اس حدیث میں صحتِ حدیث کی پانچوں شرطیں -اتصال اسناد، عدالت، ضبط تام، السلامة من الشذوذ، السلامة من العلة- پائی جارہی ہیں۔

حافظ ابن الصلاحؒ فرماتے ہیں: «ومتى قالوا: "هذا حديث صحيح"، فمعناه: أنه اتصل سنده مع سائر الأوصاف المذكورة»۔[1] یعنی: محدثین جب کہتے ہیں: "هذا حديث صحيح" تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ اس حدیث کی سند متصل ہے، اور اس میں باقی چار اوصاف یعنی: شروط بھی پائی جارہی ہیں۔

متاخرین اہلِ حدیث کبھی "صحت" کی نسبت "اسناد" کی طرف کرتے ہوئے کہتے ہیں: «هذا حديثٌ إسناده صحيحٌ»، اور اس سے مراد ان کی یہ ہوتی ہے کہ: اس میں صحتِ حدیث کی ابتدائی تین شروط پائی جارہی ہیں، یعنی: اتصالِ اسناد، عدالت اور ضبط تام؛ اور اس سے مقصد ان کا حدیث پر حکم لگانا نہیں ہوتا؛ نہ ہی از روئے صحت اور نہ ہی از روئے ضعف؛ اسی لئے یہ عبارت «هذا حديثٌ صحيحٌ» کے ہر گز مساوی نہیں ہے؛ کیونکہ صحتِ اسناد، صحتِ حدیث یا صحتِ متن کو مستلزم نہیں۔

حافظ ابن الصلاحؒ فرماتے ہیں: «**قولهم: "هذا حديث صحيح الإسناد، أو حسن الإسناد"، دون قولهم: "هذا حديث صحيح أو حديث حسن"؛ لأنه قد يقال: هذا حديث صحيح الإسناد، ولا يصح؛ لكونه شاذا أو معللا.**»۔[2] یعنی: محدثین کا قول: "**هذا حديث صحيح الإسناد، أو حسن الإسناد**"، ان کے قول "**هذا حديث صحيح أو حديث حسن**" سے کم درجہ کا ہے؛ کیونکہ کبھی کہا جاتا ہے: "**هذا حديث صحيح الإسناد**"، مگر وہ حدیث صحیح نہیں ہوتی؛ کیونکہ وہ شاذ یا معلول ہوتی ہے۔

حافظ طاہر جزائریؒ فرماتے ہیں: «وقال بعض العلماء الذي لا يشك فيه أن الإمام منهم لا يعدل عن قوله: "صحيح" إلى "قوله: "صحيح الإسناد" إلا لأمرٍ ما، وعلى كل حالٍ فالتقييد بالإسناد ليس صريحًا في صحة المتن أو ضعفه، ويشهد لعدم التلازم ما رواه النسائي من حديث أبي بكر بن خلاد، عن محمد بن فضيل، عن يحيى بن سعيد، عن أبي سلمة، عن أبي هريرة: تسحّروا؛ فإن في السحور بركةً، قال: هذا حديثٌ منكرٌ، وإسناده حسنٌ.»۔[3] یعنی: بعض علماء کہتے ہیں: اس بات میں کوئی شک نہیں کہ کوئی امام وناقد اپنے قول "صحیح" سے "صحيح الإسناد" کی جانب جب بھی اعراض کرتا ہے، تو کسی امر کی وجہ سے کرتا ہے؛ غرض صحت کو اسناد کے ساتھ مقید کرنا صحتِ متن یا ضعفِ متن کو مستلزم نہیں ہوتا؛ اس عدم کا شاہد امام نسائیؒ کی تخریج کردہ وہ حدیث ہے، جسے ابو بکر بن خلاد نے عن محمد بن فضیل، عن یحیی بن سعید، عن ابی سلمہ، عن ابی ہریرہ کی سند سے روایت کیا ہے: « تسحّروا؛ فإن في السحور بركةً»۔ اس حدیث کی تخریج کرنے کے بعد امام نسائیؒ نے فرمایا: « هذا حديثٌ منكرٌ، وإسناده حسن»۔ یعنی: اس حدیث کی سند اگرچہ حسن ہے، مگر حدیث منکر ہے۔

حافظ ابن قیم الجوزیہؒ فرماتے ہیں: « وقد علم أن صحة الإسناد شرط من شروط صحة الحديث، وليست موجبة لصحة الحديث، فإن الحديث إنما يصح بمجموع أمور منها: صحة سنده، وانتفاء علته، وعدم شذوذه ونكارته، وألا يكون راويه قد خالف الثقات أو شذ عنهم»[4]۔ یعنی: یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ صحتِ اسناد صحتِ حدیث کی شروط میں سے ایک شرط ہے، مگر یہ صحتِ حدیث کو موجب نہیں ہے؛ کیونکہ حدیث کی صحت کے لئے چند شرطیں ہیں، جن کا اکٹھے پایا جانا صحتِ حدیث کے لئے ضروری ہے، یعنی: صحتِ اسناد، انتفاء علت، عدم شذوذ، عدم نکارت، اور یہ کہ اس کے راوی نے ثقات کی مخالفت نہ کی ہو، یا ان سے شذوذ و تفرد نہ کیا ہو۔

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: «والحكم بالصحة أو الحسن على الإسناد لا يلزم منه الحكم بذلك على المتن؛ إذ قد يكون شاذاً أو معللاً»[5]۔ یعنی: سند پر صحت یا حسن کے ساتھ حکم لگانے سے لازم نہیں آتا کہ یہی حکم متن کا بھی ہو؛ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ متن شاذ یا معلول ہو۔

حافظ سخاویؒ فرماتے ہیں: « إذ قد يصح السند أو يحسن لاستجماع شروطه من الاتصال والعدالة والضبط، دون المتن لشذوذ أو علة»[6]۔ یعنی: سند کی صحت یا حسن، متن کی صحت و حسن کو مستلزم نہیں؛ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ سند کی صحت کی شروط ثلاثہ اس میں پائی جائیں اور سند صحیح یا حسن ہو، مگر متن شذوذ یا علت کی وجہ سے صحیح نہ ہو۔

حافظ سیوطیؒ فرماتے ہیں: «لأنه قد يصح أو يحسن الإسناد لثقة رجاله، دون المتن لشذوذ أو علة»[7]۔ یعنی: سند کی صحت یا حسن متن کی صحت و حسن کو مستلزم نہیں؛ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ سند صحیح یا حسن ہو بایں وجہ کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہوں، مگر متن شذوذ یا علت کی وجہ سے صحیح نہ ہو۔

حافظ زکریا انصاریؒ فرماتے ہیں: « لأنه لا تلازم بين الإسناد والمتن صحة ولا حسناً، إذ قد يصح الإسناد

أو يحسن لاجتماع شروطه من الاتصال والعدالة والضبط، دون المتن لقادح من شذوذ أو علة»[8]۔ یعنی: سند اور متن میں از روئے صحت و حسن تلازم نہیں؛ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ سند کی صحت کی شروط ثلاثہ اس میں پائی جائیں اور سند صحیح یا حسن ہو، مگر متن شذوذ یا علت کی وجہ سے صحیح نہ ہو۔

علامہ صنعانیؒ فرماتے ہیں: «اعلم أن من أساليب أهل الحديث أن يحكموا بالصحة والضعف على الإسناد دون متن الحديث، فيقولون: إسناد صحيح، دون حديث صحيح، ونحو ذلك، أي: حسن أو ضعيف؛ لأنه قد يصح الإسناد لثقة رجاله، ولا يصح الحديث لشذوذ أو علة»[9]۔ یعنی: اہل حدیث کا طریقہ یہ ہے کہ وہ متن کے بجائے سند پر صحت و ضعف کا حکم لگاتے ہوئے کہتے ہیں: «إسناد صحيح»، یوں نہیں کہتے: «حديث صحيح»، اسی طرح "حسن" اور "ضعف" کے ساتھ حکم بھی ہے؛ یعنی: حسن اور ضعف کو سند کے ساتھ مقید کرتے ہوئے حکم لگاتے ہیں؛ وجہ اس کی یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ سند صحیح یا حسن ہو بایں وجہ کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہوں، مگر متن شذوذ یا علت کی وجہ سے صحیح نہ ہو۔

غرض صحتِ اسناد اور صحتِ حدیث کے درمیان تلازم نہیں؛ چنانچہ کبھی کبھار جمع الطرق کے بعد ظاہر ہوتا ہے کہ پیشِ نظر سند جو بظاہر صحیح معلوم ہو رہی تھی، وہ صحیح نہیں، یہ سند مقطع ہے، یا مرسل ہے، یا مزید فی متصل الاسانید ہے، یا اس میں مذکور راوی کا ذکر غلط ہے، بلکہ اس کی جگہ فلاں ثقہ یا ضعیف راوی ہے، یا یہ سند ناقص ہے، اس میں ایک یا زائد راوی ساقط ہو گئے ہیں، یا یہ سند ہی درست نہیں، بلکہ اس متن کی سند دوسری ہے، وغیرہ وغیرہ، یا کبھی کبھار متن مستقیم نہیں ہوتا، یا اس میں کوئی زیادت یا زیادات شاذ یا منکر ہوتی ہیں۔ البتہ یہ بات طے ہے کہ متن کا معلول ہونا، سند کے معلول ہونے کو مستلزم ہے، اگرچہ اس کا عکس لازم نہیں، الا یہ کہ وہ متن صرف اسی ایک سند ہی سے مروی ہو؛ کیونکہ متن بما ہو المتن میں علت خطأ از خود نہیں آتی، بلکہ فعل فاعل سے آتی ہے، اور وہ فاعل سند میں مذکور کوئی راوی ہی ہوتا ہے۔

علامہ عبد الرحمٰن بن یحییٰ معلمی یمانیؒ فرماتے ہیں: «إذا استنكر الأئمة المحققون المتن، وكان ظاهر السند الصحة، فإنّهم يتطلبون له علة، فإذا لم يجدوا علة قادحة مطلقًا، حيث وقعت، أعلّوه بعلة ليست بقادحة مطلقًا، ولكنهم يرونها كافية للقدح في ذاك المنكر. فمن ذلك: إعلاله بأنّ راويه لم يصرِّح بالسماع، هذا مع أنّ الراوي غير مدلِّس.»۔[10] یعنی: ائمہ محققین کو جب کسی متن میں نکارت معلوم ہوتی ہے، اور ظاہر سند بھی صحیح ہوتی ہے، تو اب وہ متن میں پائی جانے والی اس نکارت کا مصدر تلاش کرتے ہیں، کہ یہ نکارت کہاں سے آئی ہے؟! اب اگر انہیں سند میں تلاش کرنے کے بعد بھی کوئی علت نہیں ملتی تو پھر وہ اس سند کو کسی ایسی علت کے ساتھ معلول کر دیتے ہیں، کہ اس علت کے ساتھ عموماً وہ کسی سند کو معلول نہیں قرار دیتے، مگر متن میں مذکور نکارت میں قدح کے لئے اسے وہ کافی سمجھتے ہیں۔

مثلاً: کسی راوی کے بارے میں جو مدلس نہیں ہوتا، یا جس کی تدلیس انتہائی نادر و قلیل ہوتی ہے، یا وہ عموماً کسی ثقہ راوی سے ہی تدلیس کرتا ہے، تو ایسے موقع پر ناقد کہتا ہے کہ یہاں اس راوی نے عنعنہ کرتے ہوئے تدلیس کی ہے، گویا اس راوی نے جس راوی کو ساقط کیا ہے، متن میں مذکور نکارت اسی ساقط راوی کی جانب سے آئی ہے، یا کہا جاتا ہے کہ یہ فلاں راوی کی حدیث

نہیں ہے، بلکہ اسے کسی نے شرارت کرتے ہوئے اس کی احادیث میں شامل کر دیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ائمہ کی تطبیقات میں اس کی درجنوں مثالیں ملتی ہیں۔

دوسرا استعمال:

متقدمین نقادِ حدیث کبھی کبھار "صحّ" کا مادہ اور اس سے مشتق افعال واسماء بولتے ہیں اور اس سے مراد وہ "اتصال الاسناد بالسماع" لیتے ہیں، یعنی: اس حدیث کی سند متصل ہے، اس طور پر کہ راوی نے یہ حدیث مروی عنہ سے براہ راست سنی ہے؛ مثلاً: نقادِ حدیث فرماتے ہیں: «**أحاديث فلانٍ عن فلانٍ صحاحٌ**»۔ یعنی: فلاں راوی نے یہ احادیث، فلاں شیخ سے براہ راست سنی ہیں۔ یا کبھی فرماتے ہیں: «**أحاديث فلانٍ عن فلانٍ ليست بصحاحٍ**»۔ یعنی: فلاں راوی نے یہ احادیث فلاں شیخ سے براہ راست نہیں سنی۔ یا کبھی فرماتے ہیں: «**سألت فلانًا أن يصحح لي هذه الأحاديث؛ فصحّحها**»۔ یعنی: فلاں شیخ سے میں نے درخواست کی کہ: ان احادیث میں مروی عنہ سے اپنے سماع کی تصریح کریں؛ تو اس نے مروی عنہ سے سماع کی تصریح فرمادی۔ یا فرماتے ہیں: «**سألت فلانًا أن يصحح لي هذه الأحاديث؛ فلم يصحّحها**»۔ یعنی: فلاں شیخ سے میں نے عرض کیا کہ: ان احادیث میں مروی عنہ سے اپنے سماع کی تصریح کریں؛ مگر اس نے مروی عنہ سے سماع کی تصریح نہیں کی۔

بسا اوقات نقادِ حدیث کے کلام میں ایسی عبارات ملتی ہیں، جن کے ظاہر سے لگتا ہے کہ: نقاد کی مراد یہاں تصحیح کلی یا تصحیح مطلق ہے، بایں معنی کہ ناقد کا مقصد حدیث پر مجموعی حکم لگانا ہے، اس طور پر کہ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے، لیکن سیاق و سباق میں خوب غور کرنے یا اس حدیث سے متعلق نقادِ حدیث کی آراء دیکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہاں ناقد کی مراد تصحیح کلی نہیں، بلکہ "**اتصال الاسناد بالسماع**" ہے۔ ہاں البتہ اس طرح کی کوئی عبارت اگر نفی کے سیاق میں آجائے تو وہاں تصحیح اجمالی یا کلی کی نفی کے ساتھ بھی یہ بالکل موافق و مناسب ہوگی؛ وجہ ظاہر ہے؛ کہ ایسی صورت میں "اتصال اسناد" جو صحتِ حدیث کی پانچ شرطوں میں سے ایک اہم اور بنیادی شرط ہے، مفقود ہو جائے گی؛ اور صحت حدیث کی شروط میں سے کسی ایک شرط کا منتفی ہو جانا کسی بھی حدیث کے ضعیف ہونے کے لئے کافی ہے، اور اگر یہ اثبات والے سیاق میں آجائے تو اس سے "صحت کلیہ" لازم نہیں آئے گی؛ کیونکہ اس صورت میں "تصحیح" سے مراد "**اتصال الاسناد بالسماع**" ہوتی ہے، اور کسی حدیث کی صحت مطلقہ کے لئے متصل الاسناد ہونا کافی نہیں؛ کیونکہ صحتِ اسناد اور صحتِ صحتِ حدیث کے درمیان تلازم نہیں، بلکہ ضروری ہے کہ اتصال اسناد کے علاوہ باقی شروط صحتِ حدیث میں بھی نظر کی جائے؛ کہ باقی شروط اس حدیث میں پائی جاری ہیں یا نہیں۔

ذیل میں ہم تصحیح بمعنی "**اتصال الاسناد بالسماع**" میں بطور نمونہ نقادِ حدیث سے منقول کچھ نصوص پیش کرتے ہیں؛ جس سے تصحیح بایں معنی کو سمجھنے میں کافی حد تک مدد ملے گی، واللہ تعالی الموفق۔

امام شعبہ بن الحجاج عتکیؒ فرماتے ہیں: «**هذه الأربعة التي يصحّحها الحكم سماع من مقسم**»۔[11] یعنی: یہ وہ چار احادیث نبویہ ہیں، جو حکم بن عتیبہؒ نے براہ راست مقسمؒ سے سنی ہیں۔

حافظ ابو عبید محمد بن علی بن عثمان آجریؒ نے امام ابو داود سجستانیؒ سے عمار بن ابی عمارؒ کے بارے میں سوال کیا، تو امام ابو داودؒ نے فرمایا: «**ثقة، روى عنه شعبةُ حديثًا، قال شعبة: وكان لا يصحّح لي**»۔[12] مطلب یہ ہے کہ: عمار، ثقہ ہیں،

امام شعبہؒ نے ان سے ایک حدیث روایت کی ہے، امام شعبہؒ فرماتے ہیں: عمار بن ابی عمارؒ اس حدیث میں سماع کی تصریح نہیں کرتے تھے۔ امام شعبہ بن الحجاجؒ کی معروف عادت ہے کہ وہ اپنے شیوخ کی صرف وہی احادیث لیتے تھے، جن میں وہ مروی عنہم سے سماع کی تصریح کرتے تھے، خصوصًا جب کہ راوی مدلس ہوتا، اور اگر وہ راوی سماع کی تصریح نہ کرتا تو امام شعبہؒ وہاں وضاحت بھی کر دیتے کہ شیخ نے مروی عنہ سے سماع کی تصریح نہیں کی۔

امام یحییٰ القطانؒ کہتے ہیں: «**كان عند عثمان بن غياث كتاب عن عكرمة؛ فلم يصحّحه لنا**»۔[13] یعنی: عثمان بن غیاث کے پاس ایک کتاب تھی، جو وہ عکرمہ سے روایت کرتے تھے، مگر انہوں نے ہمارے سامنے عکرمہ مولی ابن عباس سے سماع کی تصریح نہیں کی۔

نیز امام یحییٰ القطانؒ ایک اور موقع پر فرماتے ہیں: «**قتادة لم يصحّح عن معاذة**»۔[14] یعنی: قتادہ بن دعامہؒ، معاذہ عدویہ سے روایت کرتے وقت سماع کی تصریح نہیں کرتے۔

امام ابن المدینیؒ کہتے ہیں: میں نے امام یحییٰ بن سعید القطانؒ سے سوال کیا: «**فطلاق السكران -قول عامر- من صحيح حديثه؟**» یعنی: صبی کی طلاق سے متعلق عامر بن شراحیل شعبیؒ کا جو قول ہے، وہ اسماعیل بن ابی خالدؒ نے ان سے براہ راست سنا ہے؟ تو امام یحییٰ القطانؒ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے دوبارہ پوچھا: کیا آپ نے اس بارے میں ان سے سوال کیا ہے؟ انہوں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے فرمایا: جی ہاں! اس پر میں نے پوچھا: «**فلم يصحّحه؟**» یعنی: تو کیا انہوں نے امام شعبیؒ سے سماع کی تصریح نہیں فرمائی؟ انہوں نے جواب دیا: "نہیں"۔[15]

امام ابن المدینیؒ ہی سے روایت ہے، کہتے ہیں: میں نے امام یحییٰ بن سعید القطانؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ: «**أخذت أطراف بحر بن مَرّار، عن عبد الرحمن بن أبي بكرة؛ فسألت عنها؛ فلم يصحّحْ منها شيئًا**» یعنی: میں نے بحر بن مرّار کی ان کے دادا عبد الرحمٰن بن ابی بکرہ سے روایت کردہ احادیث کے اطراف ان سے لیے، اس وقت میں نے ان سے ان احادیث میں ان کے دادا سے سماع کی بابت پوچھا تو انہوں نے کسی بھی حدیث میں اپنے دادا عبد الرحمٰن بن ابی بکرہ سے سماع کی تصریح نہیں کی، امام علی بن المدینیؒ کہتے ہیں: اس پر میں نے امام یحییٰ سے پوچھا، ایسی کون سی احادیث ہیں تو انہوں نے یہ ایک حدیث بتائی: «**شهرا عيد لا ينقصان**»۔[16]

امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ: امام یحییٰ بن سعید القطانؒ اس سند سے احادیث روایت نہیں کیا کرتے تھے: «**قتادة عن خلاس بن عمرو الهجري، عن علي**»، البتہ اس سند سے احادیث روایت کیا کرتے تھے: «**قتادة عن خلاس بن عمرو الهجري، عن غير علي**»۔ امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں: گویا امام یحییٰ بن سعید القطانؒ «**خلاس عن علي**» کی بابت بہت محتاط رہتے تھے؛ چنانچہ وہ فرمایا کرتے تھے: «**ليس هي صحاحًا أو لم يسمع منه**»۔[17] یعنی: یہ احادیث صحیح نہیں، مطلب یہ ہے کہ: خلاس نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے یہ احادیث نہیں سنی ہیں۔

امام یحییٰ القطانؒ کے سامنے حدیث «**الجراحات أخماس**» کا ذکر کیا گیا، جسے اسماعیل بن ابی خالدؒ امام عامر بن شراحیل شعبی سے روایت کیا ہے تو انہوں نے کہا: «**كان معي؛ فلم يصحّحه إسماعيل**»۔[18] یعنی: یہ حدیث میرے پاس بھی

تھی، مگر انہوں نے اس میں امام شعبیؒ سے سماع کی تصریح نہیں کی، یعنی: یہ حدیث انہوں نے امام شعبیؒ سے نہیں سنی۔

امام ابن مہدیؒ حدیث «من بنى لله مسجدًا....» کی بابت کہتے ہیں، جسے سلیمان بن مہران اعمشؒ نے «عن ابراہیم بن یزید التیمی، عن ابیہ، عن ابی ذر» کی سند سے روایت کیا ہے، امام ابن مہدیؒ فرماتے ہیں: "**ليس من صحيح حديث الأعمش**"۔[19] یعنی: امام اعمشؒ نے اس حدیث میں تدلیس کی ہے، اسے انہوں نے ابرہیم بن یزید نخعیؒ سے براہ راست نہیں سنا ہے۔

امام ابو عبداللہ احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: «**إبراهيم بن سعد صحيح الحديث عن أبي إسحاق**»[20] یعنی: امام ابن اسحاق تدلیس کرتے ہیں، اس لئے جب وہ عنعنہ کریں تو وہاں احتیاط کرنی چاہئے۔ البتہ ابراہیم بن سعدؒ جب ان سے روایت کرتے ہیں تو جو احادیث ابن اسحاقؒ نے اپنے شیوخ سے سنی ہوتی ہیں اور ان میں سماع کی تصریح کی ہوتی ہے تو ابراہیم بن سعدؒ اسے بیان کر دیتے ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ، عبداللہ بن الولید العدنیؒ کی بابت فرماتے ہیں: «**سمع من سفيان، وجعل يصحّح سماعه، ولكن لم يكن صاحبَ حديثٍ، وحديثه حديثٌ صحيحٌ، وكان ربما أخطأ في الأسماء، وقد كتبتُ أنا عنه كثيرًا**»[21] مطلب یہ ہے کہ: عبداللہ بن الولید عدنیؒ کا سفیان بن سعید ثوریؒ سے براہ راست احادیث سنی ہوئی ہیں، اور ان سے عدنی کا سماع ثابت ہے، مگر اتنا ہے کہ وہ صاحبِ حدیث نہیں تھے، اور ان کی حدیث، صحیح ہے، البتہ اسماء میں وہ غلطیاں کرتے ہیں، اور میں بھی ان سے بہت احادیث لکھ چکا ہوں۔ امام ابو عبداللہ احمد بن حنبلؒ کی مراد یہاں "صحتِ حدیث" سے یہ ہے کہ: وہ تصریح بالتحدیث کا اہتمام کرتے تھے۔ اس کی تایید و وضاحت امام ابو عبداللہ احمد بن حنبلؒ ہی کی ایک اور عبارت سے ہوتی ہے، جس میں انہوں نے ان کے بارے میں فرمایا: «**لم يكن يفصل ... بن القاسم، وبين المسعودي، ولكن كانت صدور أحاديث صحاحًا، كتبت عنه شيئًا، صالحٌ**»۔[22] یہاں «**ولكن كانت صدور أحاديث صحاحًا**» کہہ کر امام ابو عبداللہ احمد بن حنبلؒ نے جو استدراک کیا ہے، اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ وہ تصریح بالسماع کا اہتمام کرتے تھے۔

امام ابو عبداللہ احمد بن حنبلؒ، اسماعیل بن ابراہیم بن مقسم، المعروف بابن علیہؒ کے بارے میں کہتے ہیں: «**كان ابن علية يقولون: عنده حديثٌ واحدٌ -يعني: عن يحيى بن عتيق- فلم يصحّ له، ولم يكن يحدّث به، لم أدركْ أحدًا يحدّث عن يحيى بن عتيق**»۔[23] یعنی: امام ابن علیہؒ کی بابت محدثین کہتے تھے کہ: ان کے پاس یحییٰ بن عتیق طفاویؒ سے ایک ہی حدیث ہے، لیکن یہ ایک حدیث بھی ابن علیہؒ نے ان سے نہیں سنی؛ یہی وجہ ہے کہ یہ حدیث وہ بالکل بیان نہیں کیا کرتے تھے، البتہ ایک بار انہوں نے اسے بیان کیا تھا، اور اسی موقع پر حافظ یعقوب بن ابراہیم دورقیؒ نے ان سے یہ حدیث سن لی تھی؛ چنانچہ یہ حدیث صرف دورقیؒ ہی ان سے روایت کرتے ہیں، پھر کچھ متروک راویوں نے ایسا کیا کہ یہ حدیث دورقی سے چوری کر کے اسے ابن علیہؒ سے روایت کرنے لگے، امام احمد بن حنبلؒ سے ایک شخص نے فرمائش کی کہ یہ حدیث سنا دیں تو انہوں نے کہا: میں نے خود یہ حدیث اسماعیل بن علیہؒ سے

نہیں سنی، البتہ یعقوب بن ابراہیم دورقیؒ نے ان سے یہ حدیث سنی ہے، اگر آپ چاہیں تو انہی سے سن لیں۔ ایک روایت میں ہے کہ امام احمدؒ نے حافظ یعقوب دورقیؒ کو بھی اسے روایت کرنے سے منع کیا تھا۔[24]

امام ابو عبداللہ احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: «الذي يصحّح الحكم، عن مقسم أربعة أحاديث»۔[25] مطلب یہ ہے کہ: حکم بن عتیبہؒ نے براہ راست صرف چار احادیث مقسم مولیٰ ابن عباس سے سنی ہیں۔

امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبلؒ، سالم بن ابی الجعد اشجعیؒ کی حضرت ثوبان مولی رسول اللہ ﷺ سے روایت کی بابت فرماتے ہیں: «بينهما معدان بن أبي طلحة، وليست هذه الأحاديث بصحاحٍ»۔[26] یعنی: سالم بن ابی الجعدؒ کی حضرت ثوبان سے روایت منقطع ہے، انہوں نے براہ راست حضرت ثوبان سے کچھ نہیں سنا، بلکہ ان دونوں حضرات کے درمیان معدان بن ابی طلحہؒ کا واسطہ ہے؛ اس لئے عدم سماع کی بنا پر یہ ان کی یہ احادیث متصل نہیں ہیں۔

امام علی بن المدینیؒ فرماتے ہیں، کہ ہشام بن حسانؒ کی احادیث امام حسن بن ابی الحسن بصریؒ سے مرسل ہیں، پھر امام محمد بن سیرینؒ سے ہشامؒ کی روایت کے بارے میں کہا: «وأما أحاديثه عن محمد فصحاحٌ»۔[27] یعنی: امام ابن سیرینؒ سے ہشامؒ کی جو احادیث ہیں، وہ متصل الاسناد بالسماع ہیں۔

امام ابن المدینیؒ، امام محمد بن اسحاقؒ کی ابن ابی نجیح سے روایت کردہ ایک حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: «كنت أرى أن هذا من صحيح حديث ابن إسحاق، فإذا هو قد دلّسه»۔[28] یعنی: میں شروع میں سمجھتا تھا کہ یہ حدیث امام ابن اسحاقؒ نے اپنے شیخ سے براہ راست سنی ہے، پھر انکشاف ہوا کہ انہوں نے اس میں تدلیس کی ہے۔

امام یحیٰی بن معینؒ کہتے ہیں: «إبراهيم بن سعيد أحبّ إليّ من ابن أبي ذئب في الزهري، ابن أبي ذئب يقولون: لم يصحّح عن الزهري شيئًا»۔[29] یعنی: ابن شہاب زہریؒ میں مجھے ابن ابی ذئبؒ سے زیادہ ابراہیم بن سعیدؒ زیادہ پسند ہیں، لوگ کہتے ہیں: ابن ابی ذئبؒ نے ابن شہابؒ سے ایک حدیث بھی نہیں سنی۔ ان کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ: ابن ابی ذئبؒ نے ابن شہابؒ سے یہ احادیث بطریق سماع نہیں لی تھیں، بلکہ بطریقِ عرض لی تھیں۔ اور ایک قول کے مطابق امام ابن شہاب زہریؒ نے یہ احادیث انہیں لکھ کر ارسال کی تھیں؛ چنانچہ ابن ابی ذئبؒ یہی مکتوب احادیث ہی آگے بیان کرتے تھے۔[30]

امام یحیٰی بن سعید القطانؒ فرماتے ہیں: «سألت سفيان عن حديث أبي إسحاق، عن أبي عمرو الشيباني: "رأيت عبد الله يخرج النساء من المسجد يوم الجمعة". فلم يصححه لي، وقال: كتبته عن شعبة قال: حدثني أبوإسحاق ...»۔ یعنی: میں نے سفیان ثوریؒ سے ابو اسحاق سبیعیؒ کی حدیث کے بارے میں پوچھا، جسے انہوں نے ابو عمرو شیبانیؒ سے روایت کیا ہے کہ: میں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا، جمعہ کے دن وہ خواتین کو مسجد سے نکال رہے تھے۔ تو انہوں نے ابو اسحاق سبیعیؒ سے سماع کی تصریح نہیں کی، بلکہ کہا: میں نے اسے شعبہ سے لکھا ہے، اور انہوں نے اسے ابو اسحاق سبیعیؒ سے سنی ہے۔[31]

نیز امام یحیٰی القطانؒ فرماتے ہیں: «كان سفيان بن سعيد لا يصحح حديث علي بن الأقمر: أتي أبو الدرداء بجارية ....، كأنه لم يسمعه»۔ یعنی: سفیان ثوریؒ علی بن اقمر کی حدیث میں سماع کی تصریح نہیں کرتے تھے، لگتا ہے یہ حدیث

انہوں نے براہ راست نہیں سنی۔[32]

امام یحییٰ القطانؒ نے ابو بکر بن خلاد سے فرمایا: «**أتيت ميمون المرئي فما صحح لي إلا هذه الأحاديث التي سمعتها**»[33]۔ یعنی: میں میمون بن موسیٰ مرئیؒ کے پاس آیا تو ان چار احادیث جو میں نے سنیں، کے علاوہ کسی بھی حدیث میں انہوں نے سماع کی تصریح نہیں کی۔

تصحیح بمعنی "اتصال الاسناد بالسماع" کی مندرجہ بالا مثالوں کے علاوہ کتب علوم الحدیث بشمول کتب علم العلل وعلم الجرح والتعدیل میں بہت زیادہ مثالیں پائی جاتی ہیں، ہم انہی مثالوں پر اکتفاء کرتے ہیں کہ مدعا کے اثبات و تفہیم کے لئے اتنی مثالیں بھی کافی ہیں۔[34]

تیسرا استعمال:

متقدمین ائمہ حدیث کے ہاں مصطلح "صحیح" کا ایک اور استعمال بھی ہے، جو استعمال اول کے مقابلہ میں اگرچہ کم ہے، مگر استعمال ثانی کے مقابلہ میں کثیر ہے، اور اس استعمال کے مظانّ، کتب العلل، کتب السؤالات، کتب التراجم المعللہ، کتب التاریخ، اور علوم الحدیث کی کتب ہیں۔ متقدمین ائمہ حدیث "صحیح" بول کر کبھی اس سے "تصحیح نسبی" یا "تصحیح مقارنہ" مراد لیتے ہیں، مثال کے طور پر اگر امام زہریؒ پر کسی حدیث کی سند یا متن میں ان کے شاگرد آپس میں اختلاف کریں، مثلاً: امام مالکؒ ان سے روایت کرتے ہوئے کہیں: "**عن الزهری، عن النبی ﷺ مرسلاً**"۔ اور سفیان بن حسینؒ امام زہریؒ سے یوں روایت کریں: "**عن الزهری، عن سعيد بن المسيب، عن ابی هريرةؓ، عن النبی ﷺ**۔ اب اگر کوئی ناقد یہاں کہے: **الصحيح : "عن الزہری، عن النبی ﷺ، مرسلاً"**۔ یا یوں کہے: الصحیح حدیث مالک۔ تو یہاں ناقد کی مراد تصحیح مطلق یا تصحیح کلی نہیں، بلکہ یہ بتلانا مقصود ہے کہ: زہریؒ سے جو روایت ثابت ہے یا زہریؒ نے یہ حدیث اس سند کے ساتھ بیان کی ہے، جو امام مالکؒ نے بیان کی ہے، اور اس کے مقابلہ میں سفیان بن حسینؒ والی سند غلط ہے۔ اب اس نوع کی تصحیح یعنی: تصحیح نسبی یا تصحیح مقارنہ کے بعد ضروری نہیں کہ مدار سے ثابت وہ روایت، رسول اللہ ﷺ سے بھی ثابت ہو، بلکہ ہو سکتا ہے، کہ مدار سے ثابت وہ روایت رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ضعیف ہو۔ مثلاً: یہی حدیث جو امام زہریؒ سے ثابت ہے یعنی: "عن الزہری، عن النبی ﷺ، مرسلاً"، وہ مجموعی طور پر ضعیف ہے؛ کیونکہ یہ حدیث مرسل ہے، اور مرسل بھی امام زہریؒ کی ہے، اور امام زہریؒ کی مراسیل کو ائمہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

آسان الفاظ میں جب کسی شیخ پر ان کے شاگرد اختلاف کریں، کچھ شاگرد ایک طرح اس شیخ سے وہ حدیث روایت کرتے ہیں، کچھ شاگرد دوسری طرح، کچھ شاگرد تیسری طرح، اب کون سے شاگرد کی روایت درست ہے؟ یا اس شیخ نے یہ حدیث کس طرح روایت کی ہے؟ تو اس کو بیان کرنے کے لئے ناقد کہتے ہیں: **الصحيح قول فلان، يا الصحيح حديث فلان، الصحيح كذا**۔ بالفاظ دیگر "صحیح" اس استعمال کے مطابق "راجح" کے معنی میں ہے، کہ شیخ سے مروی ان روایات اور اَوجُہ میں سے فلاں روایت یا وجہ راجح ہے، جب کہ باقی روایات مرجوح ہیں۔

ائمہ کی اس نوع کی تصحیح سے بعض اہل علم کو غلط فہمی ہو جاتی ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ ناقد کی اس تصحیح سے مراد تصحیح کلی یا تصحیح مطلق ہے، شیخ البانیؒ کو بھی دو یا زائد مقامات پر اس طرح کی غلط فہمی ہوئی ہے، حافظ ابن کثیرؒ کو بھی ایک یا دو جگہ اسی طرح

کی غلط فہمی ہوئی ہے۔

"صحیح" بایں معنی کے لئے ائمہ دیگر تعبیرات بھی استعمال کرتے ہیں، مثلاً: محفوظ، صواب، اِشْبَہ، راجح، یا الحدیث حدیث فلان، اور کبھی جو روایت خطأ ہوتی ہے، اس کی خطأ پر تنبیہ کرنے کے بعد صحیح روایت بیان کرتے ہوئے مثلاً یوں کہتے ہیں: «هو خطأ؛ إنما هو: عن موسى بن سلمة ، عن ابن عباس، موقوف»۔[35]

کتب العلل میں تقریباً ہر حدیث میں "صحیح" بایں معنی یا اس کے مترادفات کا استعمال کیا گیا ہے، ذیل میں ہم مختلف کتب علل وغیرہ سے "صحیح" کے اس استعمال کی چند مثالیں بطورِ نمونہ پیش کرتے ہیں:

امام ابن ابی حاتمؒ فرماتے ہیں: «وسألت أبا زرعة عن حديث رواه ابن أبي ليلى، عن سلمة والحكم، عن ذر، عن ابن أبي أوفى، عن النبي ﷺ في التيمم؟ قال أبو زرعة: هذا خطأ؛ وإنما الصحيح: سلمة والحكم، عن ذر، عن ابن أبزى، عن أبيه، عن عمار، عن النبي ﷺ »[36] اس حدیث میں سلمہ بن کہیلؒ اور حکم بن عتیبہؒ مدار ہیں، ان سے ان کے دو شاگرد روایت کرتے ہیں، ایک محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، دوسرے امام شعبہ بن الحجاجؒ۔ دونوں اس حدیث کی روایت کرتے ہوئے ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہیں، ابن ابی لیلیٰ ان دونوں حضرات سے یوں روایت کرتے ہیں: «عن سلمة والحكم، عن ذر، عن ابن أبي أوفى، عن النبي ﷺ» جبکہ امام شعبہؒ ان دونوں حضرات سے روایت کرتے ہوئے یوں کہتے ہیں: «عن سلمة والحكم، عن ذر، عن ابن أبزى، عن أبيه، عن النبي ﷺ»۔ امام ابو زرعہؒ نے شعبہ والی روایت کو ترجیح دیتے ہوئے فرمایا: «وإنما الصحيح: عن سلمة والحكم، عن ذر، عن ابن أبزى، عن أبيه، عن النبي ﷺ»۔ اب یہاں تصحیح سے مراد تصحیح کلی نہیں، بلکہ تصحیح نسبی یا تصحیح مقارنہ ہے، بایں معنی: شعبہؒ اور ابن ابی لیلیٰؒ میں سے راجح روایت شعبہؒ والی ہے۔

امام ابن ابی حاتمؒ فرماتے ہیں: «وسألت أبي عن حديث رواه حماد بن سلمة، عن الحجاج، عن عمرو بن مرة، عن عبيد بن عمير -في الجرح- قال: يمسح ما حوله؟ فقال أبي: رواه شعبة ، عن عمرو بن مرة، عن يوسف بن ماهك، عن عبيد بن عمير؛ والصحيح حديث شعبة»۔[37] اس اثر میں عمرو بن مرہ مدار اصلی ہیں، ان پر اختلاف ہے، حجاج بن ارطاۃ ان سے یوں روایت کرتے ہیں: «عن عمرو بن مرة، عن عبيد بن عمير -في الجرح- قال: يمسح ما حوله »جب کہ امام شعبہؒ، امام اعمشؒ، سفیان ثوریؒ حضرات اس اثر کو روایت کرتے وقت "یوسف بن ماہک" کا واسطہ بھی ذکر کرتے ہیں، یعنی: «عن عمرو بن مرة، عن يوسف بن ماهك، عن عبيد بن عمير»۔ امام ابو حاتمؒ نے شعبہ والی روایت کو ترجیح دیتے ہوئے فرمایا: «والصحيح حديث شعبة »۔ اب یہاں تصحیح سے مراد تصحیح کلی نہیں، بلکہ تصحیح نسبی یا تصحیح مقارنہ ہے، بایں معنی: شعبہؒ اور حجاج بن ارطاۃ میں سے راجح روایت شعبہؒ والی ہے۔

حافظ ابو بکر برقانیؒ کہتے ہیں: « وسئل عن حديث أبي سعيد الخدري، عن أبي بكر الصديق أنه قال: ألست أحق الناس بها؟ ألست أول من أسلم؟ ألست صاحب كذا؟ الحديث. فقال: يرويه الجريري، عن أبي نضرة، واختلف عنه؛ فرواه عقبة بن خالد ويعقوب الحضرمي، عن شعبة، عن الجريري، عن أبي نضرة،

عن أبي سعيد. حدثنا بذلك أبو محمد بن صاعد ويزداد بن عبد الرحمن وغيرهما، عن أبي سعيد الأشج، عن عقبة بن خالد، وحدثنا أبو سهل بن زياد، قال: حدثنا عبد الرحمن بن خراش قال: حدثنا الحسين الجرجرائي، حدثنا يعقوب الحضرمي جميعًا عن شعبة متصلًا، وغيرهما يرويه عن شعبة مرسلًا. وكذلك رواه بن علية، وابن المبارك وعدة، عن سعيد مرسلًا، وهو الصحيح»۔[38] امام دارقطنیؒ سے اس حدیث کی بابت پوچھا گیا، توانہوں نے جو جواب دیا، اس کا حاصل یہ ہے کہ: اس حدیث میں شعبہؒ مدار ہیں، ان پر اختلاف ہے، عقبہ بن خالدؒ اور یعقوب حضرمیؒ ان سے یوں روایت کرتے ہیں: «عن شعبة، عن الجريري، عن أبي نضرة، عن أبي سعيد، عن أبي بكر الصديق» جب کہ امام شعبہؒ کے دیگر شاگرد اس حدیث کو ان سے مرسلًا روایت کرتے ہوئے یوں کہتے ہیں: «شعبة، عن سعيد بن إياس الجريري، عن النبي ﷺ مرسلًا»۔ امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ: ابن علیہ، ابن المبارک اور دیگر نے بھی یہ حدیث سعید جُرَیریؒ سے مرسلًا ہی روایت کی ہے۔ امام دارقطنیؒ مرسل روایت کرنے والے راویوں کی روایت کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں: «وهو الصحيح»۔ اب یہاں تصحیح سے مراد تصحیح کلی نہیں، بلکہ تصحیح نسبی یا تصحیح مقارنہ ہے، بایں معنی کہ: متصل روایت کے مقابلہ میں مرسل روایت راجح ہے۔

حافظ ابو بکر برقانیؒ کہتے ہیں: «وسئل عن حديث يرويه حذيفة بن أسيد أبو سريحة، عن أبي بكر الصديق، وعمر رضي الله عنهما أنهما كانا لا يضحيان. فقال محفوظ، عن الشعبي عنه. رواه معتمر عن إسماعيل بن أبي خالد، عن مطرف، عن الشعبي. وخالفه يحي القطان فرواه عن إسماعيل أنه سمعه من الشعبي. وهذا الصحيح عن إسماعيل»۔[39] امام دارقطنیؒ سے اس حدیث کی بابت پوچھا گیا، توانہوں نے جو جواب دیا، اس کا حاصل یہ ہے کہ: اس حدیث میں اسماعیل بن ابی خالدؒ مدار ہیں، ان پر اختلاف ہے، معتمر بن سلیمانؒ اسے ان سے یوں روایت کرتے ہیں: «عن إسماعيل بن أبي خالد، عن مطرف، عن الشعبي» جب کہ امام یحییٰ بن سعید القطانؒ جب اسے اسماعیل بن ابی خالدؒ سے روایت کرتے ہیں تو وہ مطرف کا واسطہ ذکر نہیں کرتے اور اسماعیل بن ابی خالد کا امام شعبیؒ سے سماع کی تصریح ذکر کرتے ہوئے اسے یوں روایت کرتے ہیں: «عن إسماعيل أنه سمعه من الشعبي»۔ امام دارقطنیؒ، امام یحییٰ القطانؒ کی روایت کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں: «وهذا الصحيح عن إسماعيل»۔ اب یہاں تصحیح سے مراد تصحیح کلی نہیں، بلکہ تصحیح نسبی یا تصحیح مقارنہ ہے، بایں معنی کہ: راوی کی زیادت والی روایت کے مقابلہ میں ناقص روایت راجح ہے، گویا معتمر بن سلیمان والی روایت مزید فی متصل الاسانید ہے۔

حافظ ابن الجنیدؒ کہتے ہیں: «وقيل ليحيى: خالد الحذاء، عن بركة أبي الوليد، عن ابن عباس، عن النبي ﷺ: لعن الله اليهود، حرمت عليهم الشحوم، هذا رواه ابن علية، وروى عبد الوهاب الثقفي، عن خالد، عن أبي العريان المجاشعي، عن ابن عباس، عن النبي ﷺ، أيما الصحيح؟ قال يحيى: ابن علية أثبت»[40]۔ یعنی: امام یحییٰ بن معینؒ سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا گیا: «خالد الحذاء، عن بركة أبي الوليد، عن ابن عباس،

عن النبي ﷺ: لعن الله اليهود، حرمت عليهم الشحوم»، انہوں نے فرمایا: یہ حدیث ابن علیہؒ نے خالد حذاء سے روایت کی ہے، جب کہ عبد الوہاب بن عبد المجید ثقفیؒ اسے یوں روایت کرتے ہیں: «**عن خالد الحذاء، عن أبي العريان المجاشعي، عن ابن عباس، عن النبي ﷺ**»، ان سے پوچھا گیا: ان میں کون سی روایت صحیح ہے؟ فرمایا: ابن علیہ عبد الوہاب سے اثبت واقویٰ ہیں۔ یہاں سوال میں تصحیح سے مراد "تصحیح" بمعنی "ترجیح" ہے، یعنی: تصحیح مقارنہ یا تصحیح نسبی۔

دیگر استعمالات:

محدثین کے ہاں تصحیح کے کچھ اور استعمالات بھی ہیں:

مثلاً: کسی محدث عالم کا اپنی کتاب، یا اپنے شیخ کے حکم یا اس عالم کی درخواست پر اس شیخ کی کتاب میں مذکور احادیث میں واقع اخطاء درست کرنا۔

اسی طرح تصحیح سے مراد کتب کی تصحیح و تحقیق بھی ہوتی ہے، بایں طور کہ کسی کتاب سے احادیث کی روایت کرنے سے پہلے یا اس کتاب کی طباعت سے پہلے اس کا اصول وغیرہ سے موازنہ کر کے تصحیح کرنا۔

نیز تصحیح سے مراد کتاب میں مذکور کسی کلمہ یا عبارت پر "صح" کی علامت لگانا، جس کے بارے میں خدشہ ہے کہ کوئی اس کلمہ یا عبارت کو سمجھ سکتا ہے، تو اس وہم کے ازالے کے لئے ناسخ یہ علامت لگا دیتا ہے؛ کہ یہ کلمہ یا عبارت درست ہے، غلط نہیں۔ اور اگر کوئی کلمہ یا عبارت ایسی ہے، جو فی نفسہ تو غلط ہے، مگر وہ مصنف سے اسی طرح منقول ہے، تو اس پر تھوڑے سے فاصلے پر لمبا سا صاد (صــ) لگا دیا جاتا ہے، مگر اسے اس کلمہ یا کلام کے ساتھ ملا کر نہیں لگایا جاتا؛ تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ علامت اس کلمہ یا کلام کو کاٹنے یا لغو کرنے کے لئے لگائی گئی ہے۔ اس کو علامتِ "تضبیب" یا "تمریض" کہتے ہیں۔[41]

علاوہ ازیں تصحیح کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ: طلبہ کے سماعات جو ان کے نسخوں یا بعض کے نسخوں میں کسی معتمد شخص نے، یا خود سامع نے یا "مُسَمِّع" نے درج کیے ہوتے ہیں، شیخ کا ان سماعات پر اپنے خط سے کوئی ایسی عبارت لکھ دینا جو ان کے سماعات کی تایید کرے، اس کو "تسمیع" بھی کہا جاتا ہے، یہ سماعات سامع کے نام، شیخ کے نام، کنیت، نسب جن سے یہ کتاب انہوں نے سنی ہوتی ہے، اسی طرح ان شرکاء کے نام وغیرہ پر بھی مشتمل ہوتی ہیں، جو اس کتاب کی سماع کے وقت ان کے ساتھ موجود تھے، اسی طرح تاریخ، وقت، مکان وغیرہ بھی لکھے جاتے ہیں، نیز تمام شرکاء میں سے ہر ایک نے جتنی مقدار سنی، جتنی رہ گئی، ان سب کا بھی بسا اوقات اندراج کیا جاتا ہے، اور یہ تمام تفصیلات تسمیہ والی سطر سے اوپر یا کتاب کے پہلے صفحہ کے حاشیہ پر لکھا جاتا ہے۔[42]

یہ مصطلح "تصحیح" کے کل سات استعمالات ہوئے، جو محدثین بشمول متقدمین و متأخرین کے ہاں پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے کئی معانی عموماً کتب مصطلح میں ذکر نہیں کی جاتے؛ خصوصاً تصحیح کا دوسرا اور تیسرا استعمال ان کا کتب مصطلح میں کہیں بھی نام ونشان نہیں پایا جاتا، حالانکہ یہ اس مصطلح کے انتہائی اہم ترین استعمالات ہیں، اگر ان استعمالات کا طالبِ حدیث کو علم نہ ہو تو متقدمین کے کلام کو سمجھنے میں بہت زیادہ اشکالات پیش آئیں گے۔

البتہ آخری چار استعمالات بعض متأخرین مثلاً: رامہرمزیؒ، خطیب بغدادیؒ، قاضی عیاضؒ، ابن الصلاحؒ وغیرہ کی تصانیف

میں مل جاتے ہیں، جن میں سے اکثر ہمارے تخصصات میں سرے سے پڑھی پڑھائی ہی نہیں جاتی ہیں، نہ ہی طلبہ تخصص سے ان کا مطالعہ کروایا جاتا ہے، اور یہ بہت بڑا لمحہ فکریہ ہے۔

نتائج بحث:

علوم الحدیث میں عمق کے لئے متقدمین نقادِ حدیث کی تطبیقات، ان کے مقولات نقدیہ، ان کی کتب کے ساتھ طویل ممارست لازمی ہے، ورنہ محض کتب مصطلح پر اقتصار کے ساتھ متقدمین کے کلام کے ساتھ تعامل بہت سے اشکالات و پیچیدگیوں کا موجب ہوگی۔

متاخرین، خصوصًا اہل مصطلح کے ہاں جو اصطلاحی جمود پایا جاتا ہے، وہ متقدمین کے ہاں بالکل نہیں پایا جاتا، بلکہ ان کے ہاں مصطلحات کے استعمال میں انتہائی وسعت پائی جاتی ہے؛ چنانچہ وہ کبھی ایک مصطلح کو متعدد معانی میں استعمال کرتے ہیں، اور کبھی ایک معنی کے لئے ایک سے زیادہ مصطلحات استعمال کرتے ہیں۔

مصطلح "تصحیح" بھی انہی مصطلحات میں سے ہے، جس کے محدثین کے ہاں ایک سے زیادہ استعمالات ہیں، مثلًا: تصحیح کلی یا تصحیح مطلق، اتصال الاسناد بالسماع، تصحیح بمعنی ترجیح بوقت اختلاف علی المدار، یہ تین اہم ترین استعمالات ہیں، ان میں سے دوسرا اور تیسرا استعمال عمومًا کتب مصطلح میں بیان نہیں کیا جاتا۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

---

[1] ابن الصلاح، معرفۃ انواع علوم الحدیث (ص 80)

[2] ابن الصلاح، معرفۃ انواع علوم الحدیث (ص 38)

[3] طاہر الجزائری، توجیہ النظر الی اصول الاثر (509/1)

[4] ابن القیم، الفروسیۃ (ص 64).

[5] ابن کثیر، اختصار علوم الحدیث (ص 43).

[6] السخاوی، فتح المغیث (ص 105-106)

[7] السیوطی، تدریب الراوی (175/1).

[8] الانصاری، فتح الباقی علی الفیۃ العراقی (107/1)

[9] الصنعانی، توضیح الافکار (234/1).

[10] المعلمی، مقدمۃ تحقیق "الفوائد المجموعۃ" للشوکانی (ص 8)

[11] احمد، العلل ومعرفۃ الرجال (537/1)

[12] ابو داود، سؤالات الاجری (433/1)، نیز دیکھیے: الدارمی، السنن حدیث (793)، مسائل ابی داود (ص 428)

[13] ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل (236/1)

[14] احمد، العلل ومعرفۃ الرجال (227/3)

[15] ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل (239/1)

[16] ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل (241-240/1)

[17] احمد، العلل ومعرفۃ الرجال (531/1)، (80/3)، نیز دیکھیے: صلاح الدین، جامع التحصیل (ص 208)، ابن حجر، تہذیب التہذیب (176/3)

[18] العلائی، جامع التحصیل (ص 173)

[19] ابن ابی حاتم، علل الحدیث (97/1)

[20] احمد، سؤالات ابی داود (ص 224)

[21] ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل (188/5)، نیز دیکھیے: الفسوی، یعقوب بن سفیان بن جوّان، المعرفۃ والتاریخ (718/1)

[22] احمد، سؤالات ابی داود (ص 237)

[23] احمد، مسائل ابی داود (ص 403).

[24] دیکھیے: النسائی، المجتبی (حدیث رقم: 589)، احمد، سؤالات ابی داود (ص 277)، الطبرانی، المعجم الاوسط (حدیث رقم: 9245)، ابن عدی، الکامل فی ضعفاء الرجال (1564/4)، الخطیب، تاریخ بغداد (193/9)، (278/4).

[25] احمد، العلل ومعرفۃ الرجال (536/1).

[26] المزی، تہذیب الکمال (132/10)

[27] ابن المدینی، العلل (ص 63)

[28] الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث (ص 107)

[29] الخطیب، تاریخ بغداد (82/5)

[30] ابن حجر، تہذیب التہذیب (307-305/9)

[31] احمد، العلل ومعرفۃ الرجال (215/3)

[32] احمد، العلل ومعرفۃ الرجال (215/3)

[33] احمد، العلل ومعرفۃ الرجال (218/3)، نیز دیکھیے: العقیلی، الضعفاء الکبیر (186/4)، المزی، تہذیب الکمال (228/29)، اخری دو مصادر میں ہے کہ یہ بات انہوں نے امام احمدؒ سے کہی۔

[34] مزید مثالوں کے لئے ملاحظہ فرمائیں: "مسائل ابی داود" (ص 389)، "سؤالات ابی داود" (ص 231)، "العلل ومعرفۃ الرجال" (435/3)، "مسائل اسحاق" (220/2)، "علل ابن المدینی" (ص 51، 54، 57)، "المعرفۃ والتاریخ" (52/2)، "التمہید" (49/1)، "تہذیب الکمال" (197/4)، "جامع التحصیل" (ص 173)، "تہذیب التہذیب" (441/2)، (438/3)۔

[35] ابن ابی حاتم، علل الحدیث (420-419/1).

[36] ابن ابی حاتم، علل الحدیث (197-196/1)

[37] ابن ابی حاتم، علل الحدیث (421/1)

[38] الدارقطنی، العلل الواردۃ فی الاحادیث النبویۃ (234/1)

[39] الدارقطنی، العلل الواردۃ فی الاحادیث النبویۃ (286/1)

[40] ابن معین، سؤالات ابن الجنید (ص 378)

[41] القاضی عیاض، الالماع (ص 166-169)، نیز دیکھیے: یاقوت الحموی، معجم الادباء (2/5-6)، ابن الصلاح، معرفۃ انواع علوم الحدیث (ص 174–176)

[42] الوزیر الصنعانی، الروض الباسم (16/1)